

30842 - ارامکو کمپنی میں سیونگ سسٹم کا نظام اور اس کے متعلق فتاوی جات میں اختلاف کے

بارے میں موقف

سوال

ہم ارامکو سعودی کمپنی میں ملازم ہیں، ہم بھی ایک مسلمان کی طرح شرعی اور حلال مال حاصل کرنا اہم سمجھتے ہیں، اللہ جانتا ہے کہ ہم ان آخری ایام میں کتنے پریشان ہیں، ممکن ہے سعودی ارامکو کمپنی کے سیونگ سسٹم کے متعلق آپ کو کچھ معلومات حاصل ہوں (کمپنی مجھے ترغیب دیتی ہے کہ میں ان کے پاس کچھ رقم جمع کرواتا رہوں جو مجھے ریٹائرمنٹ یا کمپنی میں کام چھوڑنے کے وقت پنشن کی صورت میں ملے گی) چنانچہ پنشن میری مدت ملازمت کے مطابق خاص تناسب کی بنیاد پر بنے گی، مثال کے طور پر :

اگر میری مکمل حصہ داری 100000 ریال ہو اور کمپنی میں میری ملازمت دس برس ہو تو میری سیونگ 100000 ایک لاکھ ریال ہو گی۔ اور اگر میری ملازمت کی مدت سات برس ہو تو میری سیونگ 100000 میں سے صرف 70 % ستر فیصد ہو گی جو کہ 70000 ریال ہے۔

پہلے تو ہمیں یہی معلوم تھا کہ یہ نظام شرعی طور پر حرام ہے اور دائمی فتوی کمیٹی کے علماء کا فتوی یہی ہے، لیکن کچھ دن پہلے عبداللہ بن منیع حفظہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فتوی آیا ہے کہ یہ نظام جائز ہے، تو ہم حیرانی میں پڑھ گئے، اب ہمیں نہیں معلوم کہ ہم دائمی فتوی کمیٹی کا فتوی مانیں اور اس پر عمل کریں یا ماہر اقتصادیات شیخ منیع کے فتوی کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کریں ؟

پسندیدہ جواب

الحمد لله.

اول:

ارامکو کمپنی میں سیونگ کے جس نظام پر عمل کیا جا رہا ہے وہ حرام اور صریحا سود ہے، کیونکہ اس میں قرض کے بدلے میں نفع دیا جاتا ہے، اس لیے کہ جس نے ایک لاکھ ریال دیا تا کہ وہ دس یا سات برس کے بعد یا اس کے علاوہ کسی اور مدت کے بعد واپس لے اور اس کے ساتھ اضافتا اسے (مکافاة) یعنی پنشن جس کی مقدار ایک لاکھ یا ستر ہزار ریال یا ایک ریال بھی ہو ملے گا، یہ صریحا سود ہے جس کے حرام ہونے کے بارے میں اجماع ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

(کوئی بھی قرض جس میں شرط رکھی گئی ہو کہ رقم واپس کرتے وقت زیادہ دے گا بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے،

ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس پر سب کا اجماع ہے کہ جب قرض خواہ ، مقروض شخص پر زیادہ یا ہدیہ دینے کی شرط لگا کر قرض دے، تو یہ سود ہے۔

اور ابی بن کعب اور ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی منافع کے بدلے میں قرض دینے کو منع قرار دیا ہے)

"المغنی" (6 / 436)

اگر کمپنی اس نظام کو ادخار (جمع کرنا) یا سرمایہ کاری ، اور مضاربت جیسے نام دے تو ان ناموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ ہر وہ سرمایہ کاری جس میں رأس المال کی ضمانت دی جائے وہ قرض شمار ہوتا ہے، اگرچہ لوگ اسے کوئی اور نام دیتے رہیں، چنانچہ اعتبار تو اشیاء کی حقیقت کا ہوتا ہے نہ کہ ان کے نام کا۔

اور جائز سرمایہ کاری، یا بچت، یا ادخار کے کئی بنیادی ضوابط ہیں، جن میں سے اہم یہ ہیں:

1 - یہ کہ مال آپ کا ہو، اور کام دوسرے فریق کا، اور اگر فریقِ ثانی اپنی محنت کے ساتھ مالی حصہ بھی ڈالنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔

2 - یہ کہ سرمایہ کاری کسی مباح کام میں ہو اور آپ کے علم میں ہو، کیونکہ غالب طور پر یہ کمپنیاں سودی بنکوں میں رقم رکھ کر سرمایہ کاری کرتی ہیں، یا پھر ایسے پراجیکٹ شروع کرتی ہیں جو مباح اور جائز نہیں ہوتے۔

3 - دونوں فریق منافع کی نسبت پر اتفاق کریں، نہ کہ رأس المال سے، مثلاً: آپ کو منافع میں سے پچاس فیصد یا دس فیصد ملے۔

4 - مضاربت پر کام کرنے والا شخص آپ کے لیے رأس المال کی ضمانت نہ دے، بلکہ جب (کوٹاہی کے بغیر) خسارہ ہو جائے تو خسارہ آپ کے مال میں ہو گا اور وہ اپنی محنت کا نقصان برداشت کریگا۔

اور جب رأس المال کی ضمانت دی جائے تو معاملہ قرض بن جائے گا، جس کی منافع کے بغیر ادائیگی کرنا ضروری ہے، اور اگر اس میں زیادہ کی شرط رکھی جائے تو وہ سود ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہم سے سود اور اس کے خطرات کو دور کرے اور ہمیں حرام کی بجائے حلال کمائی کے ساتھ غنی کر دے۔

حاصل یہ ہوا کہ ارامکو کمپنی میں رأس المال کی ضمانت ہونے کی وجہ سے پایا جانے والا سیونگ سسٹم (یعنی جمع کرانے اور پھر پنشن کی شکل میں واپس لینے) کا نظام حرام ہے، اور اس لیے بھی کہ منافع کی شرح فیصد رأس المال

کیساتھ محدود ہے، تو یہ اس صورت میں منافع کے ساتھ قرض بنے گا، اور اس لیے بھی کہ جس جگہ سرمایہ کاری کی جارہی ہے وہ مجھول ہے اس کا علم نہیں۔

دائمى فتوى كميٲى نے ملازم كو كمپنى سے ملنے والے مكافأه (پشن) كے باطل ہونے كى طرف اشارہ كرتے ہوئے اسكى وجہ یہ بتلاى ہے كہ یہ مكافأه (پشن) صرف اسے ملتا ہے جو پيسے جمع كروائے، اور اگر یہ صرف مكافأه ہى ہوتا تو سب ملازمين كو ديا جاتا۔

اور جيسا كہ سائل نے ذكر بهى كيا ہے كہ :

شيخ ابن باز رحمہ اللہ تعالى كى سربراہى ميں دائمى فتوى كميٲى كے علماء نے جن ميں شيخ عبدالرزاق عفيفى، اور شيخ عبد اللہ بن غديان، اور شيخ عبد اللہ بن قعود جو كہ كبار علماء كرام ميں شامل ہوتے ہيں، ان سے ارامكو كمپنى ميں ادخار يعنى سيونگ سسٲم كے متعلق سوال كيا گيا تو ان كا جواب تھا:

" ارامكو كمپنى ميں پائے جانے والے سيونگ سسٲم ميں شراكت حرام ہے، اس ليے كہ اس ميں ربا الفضل اور ربا النسا (ادھار اور زيادہ سود دونوں) پايا جاتا ہے، اور یہ اس ليے كہ اس ميں سود كى نسبت محدود اور مقرر كردہ ہے جو كہ جمع كرائے گئے مال پر سعودى ملازم كے ليے پانچ فيصد سے ليكر سو فيصد تك ہے، اور اسى طرح (تنخواہ سے) جمع كراونے والے ملازم كو مكافأه يعنى پشن كى شكل ميں كچھ ديا جاتا ہے جبكہ جمع نہ كراونے والے كو كچھ نہيں ديا جاتا، جيسا كہ انہوں نے اپنے سيونگ سسٲم ميں بيان كيا ہے۔

ماخوذ از: "فتاوى اللجنة الدائمة" (13 / 510 - 515)

اور اسى طرح شيخ ابن عثيمين رحمہ اللہ اور ديكر اہل علم نے بهى ارامكو كمپنى كے سيونگ سسٲم كے متعلق حرمت كا فتوى ديا ہے۔

دوم:

جب كسى مسئلہ كے شرعى حكم كے متعلق علماء كرام كا اختلاف ہو جائے تو فتوى لينے والے كو چاہيے كہ وہ فريقين كے دلائل كو ديكھتے ہوئے حق جاننے كے ليے جدوجہد اور كوشش كرے، اور دلائل كى بنا پر جو اسے راجح معلوم ہوتا ہو اس پر عمل كرے، یہ تو اس وقت ہے جب فتوى لينے والا طالب علم ہو اور ترجيح كى قدرت ركھتا ہو۔

ليكن اگر وہ شرعى علم ميں عدم تخصص كى بنا پر ترجيح نہيں دے سكتا تو اسے چاہيے كہ وہ بڑے اور قابل اعتماد عالم كى بات كو لے اور اس پر عمل كرے، ليكن عامى آدمى كو مختلف اقوال ميں سے مرضى سے اختيار كرنے كى اجازت نہيں ہے۔

اور ہمارے اس مسئلہ میں واضح ہو گیا ہے کہ کبار علمائے کرام نے حرمت کا فتویٰ دیا ہے، اور مخالفین کے مقابلے میں یہی زیادہ علم رکھنے والے اور قابلِ اعتماد ہیں۔ اس مخالفت کو ہم باعثِ جرح نہیں بناتے۔ اس لیے آپ پر واجب اور ضروری ہے کہ آپ مذکورہ بالا دلائل اور تفصیل کی بنا اس نظام سے دور رہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالیٰ سے علمائے کرام کے اختلاف کے متعلق ایک مسلمان کے موقف کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

"جب مسلمان کے پاس اتنا علم ہو کہ وہ علمائے کرام کے اقوال کے مابین دلائل کے ساتھ موازنہ اور مقارنہ کرسکے اور ان میں ترجیح دے سکے اور زیادہ صحیح اور راجح کو معلوم کرسکے تو اس پر ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متنازع امور کو کتاب و سنت پر پیش کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

تو اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو النساء (59)

لہذا اختلاف کردہ مسائل کو کتاب و سنت کی طرف لوٹایا جائے گا اور دلیل کے ساتھ جو راجح ہو اسے لے لیا جائے گا، کیونکہ واجب اور ضروری تو دلیل کی اتباع ہے، اور علمائے کرام کے اقوال دلائل سمجھنے کے لیے صرف معاون ہوتے ہیں۔

اور اگر مسلمان شخص کے پاس اتنا علم نہیں کہ اس سے وہ علمائے کرام کے اقوال کے مابین ترجیح دے سکے، تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ان اہل علم سے سوال کرے جن کے علم اور دین پر اسے اعتماد ہو، اور وہ اسے جو فتویٰ دیں اس پر عمل کرے۔

چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

تو اگر تم علم نہیں رکھتے تو اہل علم سے دریافت کرو الانبیاء (43)

اور علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ عام آدمی کا مذہب وہی ہوتا ہے جو اس کے مفتی کا مذہب ہو۔

لہذا جب اہل علم کے اقوال میں اختلاف ہو تو وہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اور صاحبِ علم شخص کی بات مانے، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہو تو وہ احتیاط کرتے ہوئے سب سے زیادہ ماہر،

قابلِ اعتماد اور تجربہ کار ڈاکٹر کو تلاش کرتا اور اس کے پاس جاتا ہے کیونکہ وہ دوسروں کی بنسبت صحیح کے زیادہ قریب ہے، تو پھر دینی معاملات تو دنیاوی امور سے زیادہ احتیاط کے قابل ہیں۔

لیکن کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ علمائے کرام کے اقوال میں سے ایسا حق مخالف قول اختیار کرے جو اس کی خواہش کے موافق ہو، اور نہ ہی اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایسے علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کرے جنہیں دیکھتا ہے کہ وہ مسائل اور فتویٰ میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے دین کے لیے احتیاط سے کام لے اور ایسے علمائے کرام سے مسائل دریافت کرے جو زیادہ سے زیادہ علم رکھنے والے ہوں، خوفِ الہی و خشیت رکھیں "۔ انتہی

دیکھیں: "اختلاف العلماء اسبابہ و موقفنا منہ" صفحہ (23)، مزید تفصیل کے لیے آپ سوال نمبر (22652) کے جواب کا مطالعہ کریں۔

پھر مسلمان شخص کے لیے ضروری اور واجب ہے کہ وہ ایسے شخص سے فتویٰ لینے سے اجتناب کرے جو تساہل سے کام لینے میں معروف ہو اور اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے قابلِ اعتماد علمائے کرام کی مخالفت کرنے میں مشہور و معروف ہو۔

اسی طرح مسلمان کو خواہشات نفس کی اتباع اور پیروی کرنے اور ان فتوؤں کو لینے اور ان پر عمل کرنے سے بچنا چاہیے جو اس کی خواہشات کے موافق ہوں اور جو اس کا دل چاہتا ہو اس کی موافقت کریں، کیونکہ مسلمان شخص سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ خواہشات نفس کی مخالفت کرے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک دیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے

واللہ اعلم .